تنقید و تبصرہ

تحریر!
مولانا عبدالستار گوندل
جامعہ امام محمد بن سعود الاسلامیہ
الریاض

اہلحدیث پر چند اعتراضات اور انکے جوابات

پرانے پرچوں کی ورق گردانی کرتے ہوئے ماہنامہ میثاق نظر سے گذرا۔ اور وہ شمارہ جون ۱۹۸۰ء کا ہے۔ جسمیں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب تذکرہ و تبصرہ کے تحت رقمطراز ہیں ماضی میں جماعت اہلحدیث نے ابطال شرک اور ردّ بدعات کے ضمن میں جس مجاہدانہ کردار کا مظاہرہ کیا ہے۔ راقم اس کا معترف ہی نہیں تہ دل سے قدردان ہے اگرچہ اس کے نزدیک اب اہلحدیث حضرات بھی جماعت نہیں رہے بلکہ فرقہ بن گئے ہیں" ڈاکٹر صاحب کے اسلوب و انداز سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اہلحدیث کو بھی ایک فرقہ سمجھ رکھا ہے حالانکہ یہ بات قطعًا غلط ہے۔ اہلحدیث کوئی فرقہ نہیں جس کی وجہ سے ان پر فرقہ بندی کا الزام عائد ہوتا ہو۔ بلکہ یہ لفظ (اہلحدیث) محض ایک امتیازی لقب ہے۔ جو ان کو اصحاب الرائے مقلدین و مبتدعین سے ممتاز کرتا ہے اسی وجہ سے لقب "اصحاب الحدیث" یا "اہلحدیث" کا پتہ خیر القرون سے بھی ملتا ہے حضرت امام احمدؒ سے پوچھا گیا کہ ابدال کون ہیں تو آپ نے جوابًا ارشاد فرمایا کہ اگر وہ اہلحدیث نہیں ہیں تو پھر مجھے پتہ نہیں وہ کون ہیں بلکہ اس لفظ کا صحابہ کرام کے مقدس دور میں بھی ثبوت ملتا ہے تاریخ اسلام کی ورق گردانی سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ تابعین و تبع تابعین کے زمانہ میں بھی سلف و صالحین خود کو اصحاب الرائے و مقلدین سے ممتاز کرنے کی غرض سے خود کو اہلحدیث یا اصحاب الحدیث کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ اس بات کے ثبوت کے لیئے مقدمہ ابن خلدون اور دیگر کتبِ تاریخ کی ورق گردانی ضروری ہے دراصل اس کی وجہ یہ ہے کہ لفظ "حدیث" کا اطلاق قرآن و حدیث دونوں پر ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے کہ فبایّ حدیث بعدہ یؤمنون (المرسلٰت)

اور فلیاتوا بحدیث مثلہ ان کانو صادقین نیز اللہ نزل احسن الحدیث (زمر) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبہ میں الفاظ بیان فرمایا کرتے تھے احسن الحدیث

کتاب اللہ نیز قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ:
واذ اسر النبی الی بعض ازواجه حدیثا (التحریم پ۲۸ ع) یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو حدیث کہتا ہے اسی طرح آپ سے ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہؓ نے ایک بات دریافت فرمائی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ تم اس بات کے متعلق پوچھو گے کیونکہ میں تیرا "حدیث" پر حرص جانتا ہوں بہرحال حدیث کا لفظ دونوں قرآن وحدیث پر بولا گیا ہے۔ اس لئے ان محدثین کرام و فضلاء عظام نے یہی لقب اختیار کیا تھا تاکہ سننے والا معلوم کرلے تاکہ یہ جماعت صرف قرآن و سنت پر ہی عمل کرتی ہے بخلاف اہل الرائے کے اور یہ بات مسلمہ ہے کہ آدمی کو جس نیک بات سے زیادہ تعلق ہو جاتا ہے اس کی طرف لفظ اہل سے منسوب ہوتا ہے ذیل میں صحیح بخاری کی ایک حدیث پیش کرتا ہوں جس پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جس آدمی کو جس نیک کام سے تعلق ہوتا ہے وہ آدمی کام کی طرف لفظ اہل سے منسوب ہوتا ہے۔ حضرت امام بخاری اپنی صحیح کے کتاب الصوم میں الریان للصائمین کے تحت حضرت ابوہریرہؓ سے ایک روایت لائے ہیں جس میں ہے کہ:

ان رسول اللہ علیہ وسلم قال من انفق زوجین فی سبیل اللہ نودی من ابواب الجنة یا عبد اللہ هذا خیر فمن کان من اهل الصلوٰة دعی من باب الصلوٰة ومن کان اهل الجهاد دعی من باب الجهاد ومن کان من اهل الصیام دعی من باب الریان ومن کان اهل الصدقة دعی من باب الصدقة الحدیث (صحیح بخاری جلد ۱)

لہذا جو آدمی صرف کتاب و سنت سے بے پناہ شفقت رکھتا ہے اور انہی دو چیزوں کو اپنا اوڑھنا بچھونا بناتا ہے اور ہر فعل میں صرف ان دو چیزوں ہی کو فیصل تسلیم کرتا ہے تو اسے کیوں نہ اہل حدیث کہا جائے اور خداوندِ قدوس کے فضل وکرم سے یہ امید ہے کہ روزِ قیامت ان کو باب الحدیث سے پکارا جائے گا۔ اس سے بڑی اور کیا سعادت ہو سکتی ہے۔ یہ بات تو پہلے ہی واضح کی جا چکی ہے کہ کتاب و سنت دونوں لفظِ حدیث میں شامل ہیں باقی اگرچہ قرآن کا لقب دیا جاتا ہے تو یہ صرف لفظ قرآن پر ہی خصوصیت سے دلالت کرتا ہے

اور سنت کی طرف کوئی اشارہ نہیں ملتا ہے الحاصل کہ ان وجوہات کو مدنظر رکھ کر اپنے آپ کو اہلحدیث کہلانے میں آخر کیا قباحت ہے آخر لقب اہلحدیث اختیار کرنے میں کون سے بدعت ہوگی جب کہ اس لفظ کا ثبوت خیرالقرون سے ملتا ہے باقی اس امتیازی لقب کی ضرورت اس لئے ہوئی کہ سبھی فرقے خود کو مسلم کہلاتے ہیں اور خود کو مسلمان کہتےاور سمجھتے ہیں یہ آج کل کی بات نہیں بلکہ ابتداء اور سلف و صالحین کے دور سے ہی ہرفرقہ خود کو مسلمان یا مسلم کہلاتا آیا ہے خواہ کیوں نہ وہ بدعتی مشرک جھمیہ معتزلہ خارجی یا شیعہ ہو غرض کہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں لیکن خود کو مسلمان کہتے ہیں اب آپ ہی انصاف فرمائیں کہ وہ محدثین عظام اور سلف صالحین جو ماانا علیہ واصحابی پر عامل تھے اپنے آپ کو آخر کیسے دوسرے فرق باطلہ سے ممتاز کرتے بلکہ لبسا اوقات آج بھی پوچھا جاتا ہے کہ ہم مسلمان ہیں تو وہ پھر سوال کرتے ہیں کہ صاحب مسلمان تو ہم سب ہیں لیکن آپ کس مسلک کے پیروکار ہیں لیکن جب انہیں جواباً کہا جاتا ہے کہ ہم "اہلحدیث" ہیں تو وہ مطمئن ہو جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہم اس لقب مبارک کو اپنائے ہوئے ہیں آنجناب کی یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ آخر لقب اہلحدیث اختیار کرنے سے کون سی فرقہ بندی پیدا ہو جاتی ہے اور کس بدعات کا ارتکاب ہو جاتا ہے اور اہلحدیث کا اپنے آپ کو طائفہ ناجیہ کہنا اسی بنا پر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائیگی جن میں سے صرف ایک فرقہ حق پر ہوگا جسکی شناخت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے کہ وہ فرقہ ماانا علیہ واصحابی پر عامل ہوگا وہی حق پر ہوگا اور یہ ثابت اظہر من الشمس ہے کہ وہ جماعت صرف اہلحدیث ہی ہے۔ جس کا امام اور پیشوا صرف کتاب و سنت ہے اور اس کو ہی مستند اور قابل عمل جانتی ہے۔

لنا الحدیث وراثۃ نبویۃ ولکل محدث بدعۃ احداثہ

باقی اگر آپ دیگر فرقوں مثلاً حنفیہ مالکیہ شافعیہ حنابلہ وغیرھم پر نظر ڈالیں گے تو معلوم ہوجائے گا کہ جماعت اہلحدیث وہ جماعت اور طائفہ منصورہ ہے جو کتاب و سنت پر عمل پیرا ہے

بہرحال اگر آپ غور کرینگے تو یہ بات آپکو بھی برحقیقت نظر آئے گی کہ اہلحدیث کسی خاص شخصیت اور بستی کے نام سے مخترعہ و مبتدعہ گروہ ہرگز نہیں بلکہ مسلمانوں کی واحد جماعت ہے جو کتاب و سنت پر عمل کرتی ہے اور دیگر فرقوں سے خود کو ممتاز کرنے کی غرض سے اپنا لقب اہل حدیث اختیار کرتی ہے ۔ہاں اگر کوئی متعصب ان حقائق کے باوجود جماعت اہلحدیث کو ایک مخترعہ فرقہ سمجھ لے تو اس حقیقت پر کوئی بھی اثر نہیں پڑسکتا ۔

باقی رہا قرآن عظیم کا ہم کو مسلم کہنا تو یہ ہم بھی تسلیم کرتے ہیں اور ہم ہی کہتے ہیں کہ ہم بفضل خدا مسلم ہیں بھلا آخر اس لفظ سے کون انکار کر سکتا ہے البتہ ہم نے محض امتیاز کی خاطر یہ لفظ اہلحدیث اختیار کر لیا ہے اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ اصل مسلم کا نام جو خداوندِ قدوس نے مقرر کیا ہے اس سے انکار یا انحراف کرتے ہیں ان دونوں باتوں میں اچھی طرح سے غور کرکے ان کا واضح فرق معلوم کیا جاسکتا ہے

اس کے باوجود بھی اگر ڈاکٹر اسرار صاحب کا اصرار ہے کہ لقب "اہلحدیث" کا کوئی ثبوت نہیں اور ہماری تنظیم اسلامی کا ثبوت ہے اور لفظ اہلحدیث بدعت ہے باقی المسلمین کا ثبوت ہے تو جواباً گذارش کروں گا کہ محترم! اگر آپ کے زعم کے مطابق لقب اہلحدیث کا ثبوت نہیں تو خود آپ کی تنظیم اسلامی کا بھی کوئی ثبوت نہیں. قرآن حکیم نے تو صرف ھوسمّاکم المسلمین (الحج پ ع) یعنی تمہارا نام "المسلمون" رکھا ہے۔ پھر بھلا آپ نے لفظ تنظیم کا ابتداء میں کیوں ٹانکا لگا رکھا ہے! آپ کو تو صرف المسلمون یا المسلمین کے نام سے خود کو مشہور کرانا چاہیئے تھا آخر لفظ تنظیم کی پیوند کاری کی بدعت کا کیسے ارتکاب کیا ہے۔

ہاں "تنظیم اسلامی" والے لوگوں کو پھسانے کیلئے اپنی تائید میں ایک روایت صحیح بخاری شریف کی آگے پیچھے سے چھوڑ کر پیش کرتے ہیں اور لوگوں کو مغالطہ دیتے ہیں کہ لو جی ہم نے تو اپنی تائید ایک صحیح حدیث سے ثابت کر دی ہے یہ دوست اپنے ثبوت کیلئے صرف یہ ٹکڑا پیش کرتے ہیں :

فما تامرنی اذا ادرکنی ذالک قال تلزم جماعت المسلمین وامامهم

اب یہ حضرات یہ قطعہ پیش کرکے پھولے نہیں سماتے کہ ہم

نے تو صحیح روایت سے ثبوت پیش کر دیا ہے - حالانکہ اگر منصفانہ اور حقیقت پسندانہ نظر سے دیکھا جائے اور حدیث کے سیاق وسباق کو پیش نظر رکھا جائے تو ان دوستوں کی یہ دلیل تارعنکبوت سے زیادہ کمزور نظر آئے گی چونکہ درحقیقت اِس حدیث سے ترکیب اضافی کا پورا مفہوم مراد ہے - یعنی ایسے وقت میں تم مسلمانوں کی جماعت سے چمٹ جاؤ اور ان سے الگ نہ ہونا جیسے دوسری حدیث میں آیا ہے کہ :

من شذ شذ فی النار : ہاں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے کہ " الزم المسلمین " تو اس کا یہ مطلب ہو سکتا تھا کہ مسلمانوں میں شامل رہو یعنی مسلمانوں کے کام کرتے رہو صرف آپؐ کے ارشاد گرامی کا مقصد تھا کہ تم مسلمانوں کی جماعت سے منسلک رہنا - چونکہ اگر کوئی آدمی بھی ہو اور صوم وصلوٰۃ کا پابند ہونے کے ساتھ جمیع فرائض سرانجام لاتا ہے لیکن جماعت المسلمین سے علیحدہ زندگی بسر کرتا ہے تو گو وہ ایک بڑے گناہ کا تو ارتکاب کرتا ہے لیکن مسلم ضرور ہے اسے مسلمان یا اسلام سے خارج نہیں کیا جاسکتا ہے -

آپ کے ارشاد گرامی کا مطلب ہے کہ جب تک افرادامت مل کتاب وسنت کی روشنی میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضۂ سرانجام دیتے رہیں تو ان کا ساتھ نہ چھوڑنا چاہیے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہوتا کہ اس وقت اپنی جماعت علیحدہ تشکیل دینے کے بعد اس کا نام ہی تنظیم اسلامی رکھ لینا تو آپ ص "التزم الجماعت" نہ فرماتے بلکہ فرماتے التزم مع تنظیم اسلامی " چنانچہ ہم وہ حدیث پوری کی پوری نقل کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے یہ لوگوں کو مغالطہ دیتے ہیں پھر آپ خود فیصلہ کریں :

انہ سمع حذیفۃ بن الیمان یقول کان الناس یسالون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الخیر وکنت اسالہ عن الشر مخافۃ ان یدرکنی فقلت یارسول اللہ انا کنا فی جاھلیۃ وشر فجاءنا اللہ بھذا الخیر فھل بعد ھذا الخیر من شر قال نعم قلت وھل بعد ذالک الشر من خیر قال نعم وفیہ دخن قلت وما دخنہ قال قوم یھدون بغیر ھدیی، تعرف منھم وتنکر قال قلت فھل بعد ذالک الخیر من شر قال نعم دعاۃ علی ابواب جھنم من اجابھم الیھا قذفوہ فیھا قلت یا رسول اللہ صفھم لنا قال ھم من جلدتنا ویتکلمون

بالسنتنا قلت فما تامرنی ان ادرکنی ذالک قال تلزم جماعۃ المسلمین واما مھم قلت فان لم یکن لھم جماعۃ ولا امام قال فاعتزل تلک الفرق کلھا ولو ان تعرض باصل شجرۃ حتیٰ یدرکک الموت وانت علیٰ ذالک۔ (الصحیح البخاری)

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے زمانہ کا ذکر فرما رہے ہیں جس میں کچھ لوگ ایسے ہونگے جو جہنم کی طرف بلائینگے یعنی ایسے اعمال و اعتقادات کی طرف دعوت دینگے جس کا انجام جہنم کی آگ ہوگی حضرت حذیفہؓ نے جب ایسے لوگوں کی صفات پوچھیں تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ ان کی یہ یہ صفات ہونگی جس پر اصحابی نے فرمایا کہ اگر ایسا زمانہ آئے تو اِس زمانہ میں کیا کیا جائے آپ نے ارشاد فرمایا:

" التزم جماعت المسلمین و اماھم" یعنی پھر اس وقت تم مسلمان کی جماعت اور اسکے امام کے ساتھ رہنا۔ اور ان سے الگ نہ رہنا یہ عبارت واضح طور پر بتا رہی ہے کہ جماعت سے منسلک رہنا اور جماعت سے علیحدگی اختیار نہ کرنا اس سے یہ یہ بات ہرگز ثابت نہیں کی جاسکتی کہ ایسے دور میں تم ایک نئی جماعت قائم کرکے اِس کا نام "تنظیم اسلامی" رکھنا یہی وجہ ہے کہ حضرت حذیفہؓ پوچھتے ہیں کہ یا رسول اللہ اگر ایسی جماعت اور اس کا امام ہی نہ ہو تو کیا کرنا چاہیے جس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فاعتزل کا ارشاد فرمایا یعنی اگر جماعت کا نظام ہی نہ ہو تو پھر تم بالکل علیحدہ ہو جانا گو تمہیں جنگل کے درختوں کی جڑیں ہی کیوں نہ کھانی پڑیں یعنی دوسرا کوئی کھانا ہی میسر نہ ہوتا ہو تم علیحدہ رہنا۔

بہر حال یہاں سے نظام جماعت قائم رکھنے کا حکم ہو رہا ہے لیکن ستم ظریفی تو یہ ہے کہ ہمارے دوست کہتے ہیں کہ اپنی جماعت کا نام تنظیم اسلامی رکھیں ہاں اگر یہ حضرات مصر ہیں کہ ہمیں اپنی جماعت کا نام وہی رکھنا ہے جو کتاب و سنّت سے ثابت ہے

تو تنظیم کا پیوند پھینک کر صرف المسلمون یا المسلمین کا نام رکھ لینا چاہئے بہرکیف بات واضح ہے کہ ہم نے اہلحدیث کا لقب صرف بطور امتیاز اختیار کیا ہے یہی سبب ہے کہ امام المحدثین ابو عبداللہ البخاری امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ سب کے سب خود کو اہلحدیث

کہتے ہیں کیا انہیں معلوم نہیں تھا کہ ہمارا نام تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تو "المسلمون" رکھا ہے؟

الغرض اصحاب الحدیث یا اہلِ حدیث کو ایک فرقہ سمجھنا سراسر بے انصافی اور حقائق سے چشم پوشی ہے۔ یہ وہ تحریک ہے جس نے صرف قرآن و حدیث کو ہی اپنا لائحہ عمل بنایا اور ان لوگوں کی سخت مزاحمت کی جنہوں نے کتاب وسنت کی موجودگی میں جہموں سے ہدایت اور رہنمائی طلب کی اور ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں دوسرے اماموں کے سہارے ڈھونڈے۔ جماعت اہلحدیث نے کتاب و سنت کی حفاظت اور خدمت کرکے اپنے ماضی میں۔ ایسی تابناک مثالیں چھوڑیں ہیں کہ جنہیں ڈاکٹر صاحب بھی تسلیم کرچکے ہیں۔ حدیث اور علم حدیث کی جو خدمت اس جماعت نے کی ہے وہ تاریخ میں سنہرے باب کا اضافہ ہے اس طائفہ نے کٹھن سے کٹھن موقع پر بھی ہر چیلنج کو قبول کرکے ہر مسئلہ کا کتاب و سنت سے حل پیش کیا ہے اور اس گروہ کو رب العزت نے خالص قرآن و سنت پر عمل کرنے کی توفیق بخشی ہے کسی نے خوب کہا ہے

اهل الحديث عصابة الحق : فازوا بدعوة سيد الخلق

رفع یدین

ڈاکٹر صاحب اپنے ایک پمفلٹ "دعوت الی اللہ" میں لکھتے ہیں کہ رفع یدین جس کے بارے میں آپ بہت جھگڑتے ہیں کون ہے جو یقین کے ساتھ کہہ سکے کہ اس پر آپؐ عمر بھر عمل پیرا رہے آمین بالجہر کے بارے میں کون ہیں جو کہہ سکیں کہ اس پر آپؐ نے ازل سے آخر تک مداومت کی۔

یہ بات مسلم ہے کہ رفع یدین کے متعلق اہلحدیث کا دعویٰ ایسا واضح ہے کہ احناف تو کجا ڈاکٹر صاحب بھی اسے تسلیم کرتے ہیں جو بقول انکے کچھ بھی نہیں یعنی حنفی ہیں نہ اہلحدیث۔

ہاں وہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کرنے کیبعد ترک کر دی تھی یعنی منسوخ ہوگئی۔ اب نسخ کا ثبوت دینا تو ان کے ذمے ہے۔ ہاں متواتر کرنے کا ثبوت جو ہمارے ذمہ ہے اس کیلئے ہم حاضر ہیں بخاری اور مسلم میں ابن عمرؓ سے راویت ہے کہ

عن ابن عمر انّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ حذو منکبیہ اذا افتتح الصلٰوۃ واذا کبّر للرّکوع واذا رفع راسہ من الرّکوع رفعھما کذالک (متفق علیہ)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو کندھوں تک اپنے ہاتھ اٹھاتے تھے اور اس طرح جب رکوع کیلئے تکبیر کہتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے۔

(۲) عن سالم بن عبد اللّٰہ بن عمر عن ابیہ قال رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلٰوۃ رفع یدیہ حتی یحاذی منکبیہ واذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع راسہ من الرکوع ولا یرفع بین السجدتین۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عمرؓ کے بیٹے عبداللہؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہؐ کو دیکھا آپ جب نماز شروع کرتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ کندھوں کے برابر کرتے جب رکوع کرنا چاہتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے اور دونوں سجدوں میں نہ کرتے۔

(۳) عن علیؓ ابن ابی طالبؓ عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ کان اذا قام الی الصّلٰوۃ المکتوبۃ کبّر و رفع یدیہ حذو منکبیہ ولیصنع مثل ذالک اذا اقضٰی قرأتہ واذا اراد ان یرکع ولیصنعہ اذا رفع عن الرکوع

(اصحاب السنن بخاری)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فرض نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے۔ اور دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے اور جب قرأت پوری کرکے رکوع کو جاتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفعیدین کرتے۔

(۴) ترمذی میں محمد بن عمر بن عطاء کی روایت سے یوں وارد ہے کہ ابو حمید ساعدیؓ نے دس صحابہ کرام کی موجودگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا نقشہ کھینچا تو ہر رفع یدین کا ذکر بھی کیا اور اس پر سب صحابہ نے کہا!

قالوا صدقت هكذا صلّى النبيّ صلى الله عليه وسلم . (ترمذی ص۴۰)
یعنی کہا کہ اے ابو حمید تو نے سچ کہا ہے کہ بے شک ایسے ہی حضورؐ نماز پڑھا کرتے تھے
الغرض رفع یدین کرنے کی حدیثیں بہت زیادہ اور بہت قوی ہیں اور حدیث کی ہر ایک کتاب میں رفع یدین کا باب اور اس کا ثبوت موجود ہے۔ اور سب سے بڑے اور مشہور اور مستند ائمہ حدیث و فقہ نے اس کو صحیح کہا ہے۔ ہاں لیجئے دور نہ جائیے ہم حنفیوں کے مسلّمہ امام محمد (شاگرد امام اعظمؒ) کی کتاب ہی سے رفع یدین کا ثبوت دیتے ہیں تاکہ ہر طرح سے تسلّی ہو جائے امام محمد جن کی محنت و مساعی اور جانفشانی سے حنفی مذہب کا سرمایہ جمع ہوا (یعنی فقہ کا ذخیرہ انہی کا جمع کیا ہوا ہے) اپنی حدیث کی کتاب موطأ میں روایت کرتے ہیں کہ :

عن ابن عمرؓ قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلوٰة رفع يديه واذا رفع راسه من الركوع رفع يديه ثم قال سمع الله لمن حمده ثم قال ربنا ولك الحمد . (موطا محمد لکھنؤ ص۸۹)

ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع کیلئے تکبیر کہتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرکے سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا لک الحمد کہتے ۔
ہاں رفع یدین کی منسوخی کے متعلق جو آپ کا خیال ہے تو اس کے متعلق بھی اپنے ہی گھر کا فیصلہ سنئے ۔
تلخیص الحبیر ص۸۱ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاہ انتقال رفع یدین کی ۔

زاد البيهقي فما زالت تلك صلوته حتى لقى الله :
اور رفع یدین کے ساتھ ہمیشہ آپؐ کی نماز رہی یہاں تک کہ آپؐ کا انتقال ہو گیا ۔
پس اس سے منسوخ کہنے والوں کا دعویٰ باطل ٹھہرا۔ کیونکہ جب حضورؐ نے انتقال تک رفع یدین کی تو پھر نسخ کیسا ؟
امام سندھی مدنی حنفی حاشیہ ابن ماجہ مصری ص۱۴۶ میں لکھتے ہیں کہ :

واما قول من قال ان ذالك الحديث ناسخ لرفع غير تكبيرة الافتتاح فهو قول بلا دليل الیٰ ان قال والرفع اقویٰ واکثر ؛

یعنی جو لوگ کہتے ہیں رفع یدین کرنا منسوخ ہوگیا ان کا قول غلط ہے رفع یدین کرنے کی حدیثیں بہت ہیں اور بہت قوی ہیں۔

فتح الباری ص۴۰۳ میں ہے۔

نقل ابن عبد البر عن ابن عمر انه قال رفع اليدين من زينة الصلوٰة، وعن عقبة بن عامر قال بكل رفع عشر حسنات بكل اصبع حسنة ؛

یعنی ابن عمرؓ نے کہا کہ رفع یدین سے نماز کی زینت ہے اور عقبہ بن عامر نے کہا کہ ہر رفع یدین کے بدلے دس نیکیاں ہے یعنی ہر انگلی کے بدلے ایک نیکی ہے۔

پس ان ہر دو اقوال ہی سے اندازہ لگا لیجیئے کہ اگر رفع یدین منسوخ ہوچکی ہوتی تو اتنے جلیل القدر صحابی اس کی یہ عظمت و ثواب بیان نہ کرتے۔

امام بخاری نے اپنے رسالہ جز رفع یدین میں بہت سے صحابہ کے نام لکھے ہیں۔ جو رفع یدین کرتے تھے اور تلخیص الحبیر و تعلیق المغنی میں بھی بہت سے نام آئے ہیں حتیٰ کہ صاحب تعلیق نے لکھا ہے کہ جملہ صحابہ ایک لاکھ چوبیس ہزار سے رفع یدین کرنا پایا جاتا ہے سوائے ابن مسعود اور چند ایک کے۔ ہم ذیل میں چند جلیل القدر صحابہ کا نام لکھے دیتے ہیں جو رفع یدین کیا کرتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ حضرت عمر فاروقؓ۔ حضرت عثمان غنیؓ۔ حضرت علیؓ۔ عشرہ مبشرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ابوقتادہ انصاریؓ ابوسعید بدریؓ سہیل بن سعدؓ عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن عباسؓ انس بن مالکؓ خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوہریرہؓ عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ عبداللہ بن زبیرؓ وائل بن حجرؓ ابوموسیٰ اشعریؓ ابوحمید ساعدیؓ

اور اگر زیادہ تحقیق و تفصیل مطلوب ہو تو دیکھو مذکورہ بالا کتب و فتح الباری و نیل الاوطار۔ والبکار المنن وغیرہ الغرض اس مسئلہ کو بلحاظ کثرت روایات کے اتنا زور ہے کہ علامہ مجدالدین فیروزآبادی حنفی مصنف قاموس اپنی کتاب سفر سعادت میں لکھتے ہیں ؛

قد ثبت رفع اليدين في هذا المواضع الثلاثه ولكثرة رواته

شابه الطبقات [illegible]

العشرۃ المبشرہ ولم یزل علی ھذا العالم ولم یثبت شی غیرھا؛
(سفر السعادات المصری ص۹)

رفع یدین ان تینوں مواقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور کثرت روایات کی وجہ سے متواتر حدیث کے مشابہ ہے۔ اس مسئلہ میں چار سو حدیثیں اور آثار آئے ہیں عشرہ مبشرہ صحابہ کرام نے بھی ان کو روایت کیا ہے آنحضرت ؐ ہمیشہ اسی طرح نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ اس دنیا سے انتقال فرمایا اس کے سوا کچھ ثابت نہیں ہے۔ حاکم میں ہے

لیس بسنۃ عن السنن رواہ العشرہ المبشرہ غیر رفع الیدین،

یعنی سوائے رفع یدین کے اور کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس کو عشرہ مبشرہ نے روایت کیا ہو۔

مالفین یا مخالفین رفع یدین کے پاس صرف ایک روایت ابن مسعودؓ والی ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے لوگوں سے کہا کہ کیا میں تم کو آنحضرتؐ کی طرح نہ نماز پڑھاؤں یہ کہہ کر نماز پڑھی اور نماز میں صرف پہلی دفعہ ہاتھ اٹھائے۔ (ترمذی)

اب اس حدیث سے رفع یدین کی مخالفت نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی علمی رنگ میں اسے سابقہ درج شدہ احادیث کا ناسخ کہا جاسکتا ہے بہرکیف کچھ بھی ہو ہم اس کا جواب اپنے الفاظ میں نہیں بلکہ حنفیہ کے سرتاج اور مسلم عالم مولانا عبدالحیٔ صاحب لکھنوی حنفی کے الفاظ میں سنائے دیتے ہیں چنانچہ مولانا مرحوم اپنی کتاب "تعلیق" میں رکھتے ہیں۔

لان رفع الیدین قد صح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم عن الخلفاء الراشدین ثم عن الصحابۃ والتابعین ولیس فی نسیان ابن مسعود لذالک ما یستغرب فقد نسی من القرآن مالم یختلف المسلمون فیہ وھو المعوذتان ونسی ما اتفق العلماء علی نسخہ کالتطبیق فی الرکوع وقیام الاثنین خلف الامام ونسی کیفیۃ جمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعرفۃ ونسی مالم یختلف العلماء فیہ من وضع المرفق والساعد علی الارض فی السجود ونسی کیف قرء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما خلق الذکر والانثیٰ واذا جاز علی ابن مسعود ان ینسی مثل ھذا فی الصلوٰۃ کیف لا یجوز مثلہ فی رفع الیدین انتھیٰ

کلامہ :

رفع یدین کا کرنا آپ سے ثابت ہو چکا ہے اور آپ کے بعد چاروں خلیفوں سے اور خلفاء اربع کے بعد تمام صحابہ اور تابعین سے حضرت ابن مسعودؓ کو اِس مسئلہ رفع یدین میں بھول ہوئی ہے اِس لیے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں قرآن شریف میں ایسی سورت ابن مسعودؓ بھول چکے ہیں جو متفقہ طور پر قرآن شریف میں ہے یعنی معوذتان اِس طرح رکوع میں حضرت ابن مسعودؓ کا دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں کے بیچ میں رکھنا بھی باعث نسیان ہے اور اگر دو آدمی ہوں تو امام کے دائیں بائیں کھڑے ہوں یہ بھی ابن مسعودؓ کی بھول ہے اور عرفہ میں جمع بین الصلوٰۃ تین کی کیفیت کا مسئلہ بھی ان پر پوشیدہ رہا ۔ اسی طرح سجدہ کی حالت میں کہنی اور بازو کا زمین پر ٹیک دینا بھی ان کی بھول ہے اور قراءت ما خلق الذکر والانثیٰ بھی ان کی بھول کا باعث ہے اور جب ابن مسعودؓ پر اتنی بھولیں اور سہو جائز اور درست بالاتفاق سمجھی جاتی ہیں تو رفع یدین میں ان کی بھول کو کیوں جائز نہیں سمجھا جاتا ۔

آمین بالجہر

بخاری اور مسلم میں ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ :

اذا امّن الامام فامّنوا: یعنی فرمایا رسول اللہؐ نے جس وقت امام آمین کہے پس آمین کہو ۔

اس حدیث میں امام اور مقتدی دونوں کیلئے آمین زور سے کہنا ثابت ہوا جب تک امام زور سے آمین نہ کہے گا مقتدی کو اس کی آمین کی خبر نہ ہوگی اور مقتدی کیلئے وہی بالجہر ہی مراد نبوی ہے اگر حدیث مذکورہ سے امام و مقتدی کے لئے آپ کی مراد آمین بالجہر نہ ہوتی تو آنحضرتؐ کی آمین صحابہ نہ سنتے اور صحابہ کرام کی آمین بالجہر سے مسجد نبوی نہ گونجتی ۔

چنانچہ ابن ماجہ ص۱۴۲ میں ہے :
عن ابی ہریرۃ قال ترک الناس التامین وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال غیر المغضوب علیھم ولا الضالین قال آمین حتی یسمعھا اھل الصف الاول فیرتج بھا المسجد :
یعنی حضرت ابوہریرۃ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے آمین چھوڑ دی اور رسول اللہ جس وقت کہتے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہتے آمین حتیٰ کہ سنتے آمین کو پہلی صف والے پس آمین سے مسجد گونجتی ۔
اب آپ اس حدیث اور اس جیسی کئی احادیث صحیحہ سے جس کو بوجہ اختصار نہیں لکھا گیا ۔ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بلند آواز سے آمین کہی جاتی تب تو مسجد گونجتی ۔
چنانچہ ابوداؤد مطبوعہ دہلی ص۱۳۴ میں ہے کہ رفع بہا صوتہ آپ نے بلند آواز سے آمین کہی اور دوسری حدیث وائل بن حجر کی ۔ جو ترمذی ۔ ابوداؤد ۔ ابن ماجہ و دارمی میں آئی ہے مدّ بہا صوتہ کے الفاظ ہیں ۔ یعنی ایک تو بلند آواز سے کہی دوسرے آواز کو دراز کیا
صحیح بخاری ص۹۹ میں ہے :
امن الزبیر ومن وراءہ حتی ان للمسجد للجۃ :
یعنی حضرت عبداللہ بن زبیر ان کے مقتدی اس قدر بلند آواز سے آمین کہا کرتے تھے کہ مسجد گونج اٹھتی تھی ۔
عن ابی ھریرہ قال کان رسول صلی اللہ علیہ وسلم اذا تلا غیر المغضوب علیھم ولا الضالین قال آمین حتی یسمع من یلیہ من الصف الاول (ابوداؤد)
یعنی جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولا الضالین پڑھتے تو آمین کہتے یہاں تک کہ صف اوّل کے لوگ سنتے اسی طرح ابوداؤد جلد۱ ص۱۴۱ ترمذی ص۱۲۵ ابن ماجہ ص۶۲ نسائی ص۱۵۴ صحیح مسلم جلد۱ ص۱۷۶ صحیح بخاری مصری جلد۱ ص۹۸ کتب حدیث میں قریباً سترہ مختلف احادیث آمین بالجہر کے بارے میں باسناد صحیح وارد ہیں ۔ چنانچہ امام شوکانی نیل الاوطار میں فرماتے ہیں کہ :
فھذہ سبعۃ عشر حدیثا وثلاثۃ اثار : آپ نے آمین بالجہر

کے متعلق حضورؐ اور صحابہ کرام کا طرز عمل تو دیکھ لیا اگر مزید شہادت مطلوب ہو تو فتح الباری صـــ ۲۶۲ نکال کر دیکھئے لکھا ہے کہ :

رواه البيهقي من وجهٍ آخر عن عطاءٍ قال ادركت مائتين من اصحاب رسول صلى الله عليه وسلم في هذا المسجد اذا قال الامام ولا الضالين سمعت لهم رجّةً بآمين ۔

روایت کیا امام بیہقیؒ نے عطار (جو امام ابو حنیفہ کے استاذ تھے) سے کہا کہ میں نے دوسو صحابہؓ کو اس مسجد میں پایا ۔ جب امام ولا الضالین پڑھ لیتا تو میں ان سے آمین کا غلغلہ سنتا پھر اس واقع کو مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری حنفی یوں لکھتے ہیں کہ حضرت عطا استاذ امام ابو حنیفہؒ یوں فرماتے ہیں ۔

ادركت مائتين من الصحابة اذا قال الامام ولا الضالين رفعوا اصواتهم بامين ؛ (بیہقی و ابن حبان فی صحیحہ)

یعنی میں نے دو سو صحابہ کو دیکھا کہ وہ امام کے پیچھے ولا الضالین کہنے پر بلند آواز سے آمین کہتے تھے اور سنیئے شیخ ابن الہمام علیہ الرحمہ جو علماء حنفیہ میں ایک اعلیٰ درجہ اور پایہ کے بزرگ تھے اور جن کے بابت شامی ردالمختار میں یوں لکھا ہے ؛

كمال ابن الهمام بلغ رتبةُ الاجتهاد ؛

یعنی ابن ہمام کا کمال رتبہ اجتہاد تک پہنچ گیا ۔ فتح القدیر شرح ہدایہ جلد ۱ صـــ ۱۱۷ میں لکھتے ہیں ۔

لوكان اليّ في هذا شئٌ لوافقت رواية الخفض براد بها عدم القرع العنيف ورواية الجهر بمعنى قولها في زبر الصوت وذيلها يدل على هذا اما في ابن ماجة كان عليه السلام اذا تلا غير المغضوب عليهم ولا الضالين قال امين حتى يسمع من الصف الاوّل فيرتج بها المسجد ؛

یعنی اگر مجھے اس امر میں اختیار ہو تو میں موافقت کروں اس میں کہ جو روایت پست آواز والی ہے اس سے یہ مراد ہے کہ بہت زور سے نہ چلا اور جہر[1] سے مراد

---

[1] ہدایہ میں ہے کہ جہر کی تعریف یہ ہے کہ اس کا غیر سن لے ۔

گونجتی مناسب آواز ہے۔
اس تطبیق پر ابن ماجہ کی روایت دلیل ہے کہ آنحضرتؐ جب ولا الضالین پڑھ چکتے تو آمین کہتے ایسی کہ پہلی صف والے سن لیتے پھر صحابہ کی آمین بالجہر سے مسجد گونجتی تھی پس تقریری حدیث اور اجماع صحابہ کرام سے ثابت ہوا کہ حدیث اذا امن الامام فامنوا میں امام اور مقتدی دونوں کیلئے جہر ہی مراد ہے بایں وجہ استاذالہند حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی جو بڑے محقق حنفی تھے۔
مدارج النبوت کے صفحہ ۲۰۱ میں لکھتے ہیں۔
"ودرآخر خاتمہ آمین میگفت در نماز جہری بجہر و در سری بہ خفیہ، مقتدیان نیز (صحابہ کرام) بہ موافقت آمین گفتندے"
سبحان اللہ کیا انصاف ہے ہر دو مذکورہ بالا حنفی المذہب علماء کی تطبیق کو بغور دیکھو کہ اخفا اور جہر کی روایتوں کو کیسے منطبق کر رہے ہیں کہ جہری نمازوں میں جہر سے کہہ لو اور سری میں آہستہ اچھا اب بڑے پیر جی حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی سنیئے آپ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں جہاں نمازوں کی سنتوں کا بیان کرتے ہیں فرماتے ہیں
والجہر بالقرأۃ و آمین غنیہ مصری صـ۱۰ اور مطبوعہ اسلامیہ پریس لاہور صـ۱۰ یعنی جہری نمازوں مغرب، عشاء، فجر میں اونچی آواز سے قرأت پڑھنا اور بلند آواز سے آمین کہنا چاہیئے۔
اور سنیئے تاج العلماء حنفیہ مولانا عبدالعلی بحرالعلوم میں فرماتے ہیں درباب آہستہ گفتن آمین ہیچ وارد نشد مگر حدیث ضعیف۔
یعنی آہستہ آمین کہنے میں سوائے ضعیف حدیث کے اور کوئی حدیث نہیں ہے اور سنیئے مولانا عبدالحیٔ لکھنوی لکھتے

بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ میاں جب آمین دعا ہے تو پھر دعا میں (بحکم تضرعا و خفیہ) خفا چاہیے اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو آمین کا مستقل دعا ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں دوم الحمد (سورۃ فاتحہ) ساری افضل الدعا ہے اور اگر دعا میں اخفا چاہیئے تو پہلے امام کو روکیے کہ وہ الحمد زور سے کیوں پڑھتے ہیں۔

ہیں کہ
الانصاف ان الجہر قوی من حیث الدلیل (تعلیق الممجد ص۱۰۳)
نیز فرماتے ہیں کہ :
فوجدنا بعد التامل والامعان القول بالجہر بآمین
ہو الاصح لکونہ مطابقا لما روی عن سید بنی عدنان و
روایۃ الخفض عنہ صلعم ضعیفۃ لا توازی -
روایات الجہر ۔ (سعایہ شرح وقایہ)
یعنی بعد غور وفکر کے ہمیں معلوم ہوا کہ آمین بالجہر صحیح تر ہے۔
کیونکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور آہستہ آمین
کہنے کی روایت بہت ہی ضعیف ہے جو آمین بالجہر کے مساوی
دی نہیں ہوسکتی کیا اب کسی اور حنفی کی شہادت کی ضرورت
باقی ہے۔ اچھا لیجئے حاشیہ درمختار پر علامہ طحطاوی کا قول
دیکھئے ۔
فعلی ہذا سنیۃ الاتیان بہا تحصیل ولو مع الجہر
یعنی سنت تو آمین کہنا ہے اگرچہ زور سے ہو اور جوہر النقی میں علامہ ترکمانی
ص۱۳۲ پر فرماتے ہیں والصواب ان الخبرین بالجہر والمخافۃ صحیحان
یعنی صحیح بات یہ ہے آمین آہستہ اور جہر دونوں طرح ثابت ہے
اور جب تمام ذی علم حنفی آمین بالجہر کو نہ صرف جائز بلکہ راجح
کہہ رہے ہیں اور ائمہ ثلاثہ یعنی امام شافعی امام مالک اور
امام احمد بن حنبل بھی اسی کے قائل ہیں اور ان کے مقلدین
بیت اللہ میں بھی پکار کر آمین کہتے ہیں ۔
تو پھر نہ معلوم یہاں کے حنفی اور ڈاکٹر صاحب کیوں اس سے
چڑتے اور جلتے ہیں۔ کیا وہ اس حدیث کو اپنے پر منطبق نہیں
کر رہے جو ابن سکن اور ابن قطان نے اپنی سنن میں حضرت
ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ :
سیکون فی امتی رجال یدعون الناس الی اقوال احبارہم
ورہبانہم ویعملون بہا ویحسد ان المسلمین علی التامین
خلف الامام کما حسد تکم الیہود ۔
یعنی میری امت میں سے ایسے لوگ بھی پیدا ہونگے جو لوگوں کو علماء

اور درویشوں کی تقلید کرائیں گے۔ اور ان کے اقوال پر عمل کریں گے اور مسلمانوں سے آمین خلف الامام پر جلیں گے جیسے یہود اس وقت تمہاری آمین سے جلتے ہیں اور ایک روایت میں جو ابن ماجہ ص۶۲ پر ہے یوں آیا ہے کہ

قال صلی اللہ علیہ وسلم ما حسدتکم الیھود علیٰ شئی ما حسدتکم آمین فاکثروا امین:

یعنی حضورؐ نے فرمایا کہ یہود تمہاری اور کسی بات پر اتنا نہیں جلتے جتنا آمین کہنے سے۔ پس تم خوب آمین کہا کرو چنانچہ صحابہ کرام نے اس پر خوب عمل کیا تابعین نے کیا تبع تابعین نے کیا اور اگر آمین کہنے والوں کے نام سننا چاہو تو سنو سب سے پہلے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ حضرت بلالؓ عبداللہ بن عباس عبداللہ بن مغفل انسؓ بن مالک وائلؓ بن حجر ابوالزبیرؓ ابوہریرہؓ ابوموسیٰؓ اشعری معاذ بن جبل سلمان فارسیؓ سمرہ بن جندب عبداللہ بن عمر عائشہ صدیقہ ام الحصین ابن شہاب تابعین سے ابومیسرۃ نعیم المجمر امام زہری عکرمہ نافع عطاء جو امام ابوحنیفہؒ کے استاذ تھے اور جن کے متعلق امام صاحب کہا کرتے تھے کہ مالقیت افضل من عطاء اماموں سے امام شافعیؒ امام ثوری امام اوزاعی عبداللہ بن مبارک، جو امام صاحب کے شاگرد تھے امام احمد بن حنبل اسحاق ابوعبید ابوثور امام داؤد ظاہری عبدالرحمٰن اسماعیل ابوشامہ ایسے ہی امام ابن قتیبہ نے کتاب المعارف میں سو نام عامل بالحدیث کا لکھا ہے فقہا کرام کے اقوال تو آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں اب ذرا صوفیائے کرام کی طرف دیکھئے حضرت پیر جیلان کا ارشاد تو غنیہ میں دیکھ چکے کہ آمین بالجہر کہنا سنت ہے اسی طرح لکھتے ہیں امام غزالی احیا میں اور الشیخ رجب علی حنبل نسیم میں اور امام ابو الحسن شاذلی اور شیخ محی الدین ابن عربی فتوحات میں اور شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ میں اور مولانا شاہ اسماعیل شہید تنویر میں یہ سب آمین بالجہر کے قائل ہیں اور کیوں نہ ہوں جبکہ حق یہی ہے اور ائمہ اربعہ سے بھی تین امام مع ان کے مقلدین اسی کے قائل ہیں کیا اب بھی آمین بالجہر کی مداومت پر کوئی شک ہے۔